رام کا تعلق اگرچہ نچلے متوسط طبقے سے تھا اور ان کے والد پنجاب پولیس میں سب انسپکٹر تھے' لیکن آخری عمر میں قدرت نے انہیں اتنا کچھ دیا کہ ان کا شمار ملک کے بڑے بڑے سرمایہ داروں میں ہونے لگا۔ عام طور پر اس عمر میں دولت کی فراوانی ہو جائے تو انسان صرف اپنی ذات اور بچوں کے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے مگر خدا نے سفید پوش گھرانے کے اس بچے کو خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ایک دردمند دل عطا کیا تھا' چنانچہ انہوں نے اپنی تمام دولت انسانی بھلائی کے لیے وقف کر دی۔ گنگارام نے ہسپتال ہی تعمیر نہیں کیا بلکہ شہر کے مختلف مقامات پر اپاہج گھر' غریب خانے' تعلیمی ادارے' تالاب اور بیوگان کے لیے پناہ گاہیں بھی تعمیر کرائیں۔

گنگارام کے والد کا تعلق اگرچہ ہندو گھرانے سے تھا مگر وہ بابا گورونانک کی تعلیمات سے بہت متاثر تھا۔ اپنے درویش منش باپ کے جھکاؤ کو دیکھتے ہوئے گنگارام بھی سکھ ازم کی طرف مائل ہو گیا اور گوردواروں کی تعمیر میں بھی دلچسپی لینے لگا۔ گنگارام کا والد ایک شریف دیانت دار اور فرض شناس پولیس افسر تھا اور رزق حلال پر یقین رکھتا تھا' گویا کہ بیٹے کو خدا ترسی اور درویشی ورثہ میں ملی تھی اور یہی ورثہ ان کی اولاد کو منتقل ہوا تھا۔

پنجاب کے اس عظیم سپوت کا تعارف ان الفاظ میں کرایا جاسکتا ہے کہ وہ بچپن ہی میں بہت ذہین تھے اور انسانیت کے لیے کچھ کر گزرنے کی خواہش رکھتے تھے' وہ ہمیشہ سوچتے کہ زندگی میں اتنی کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کریں جو بعد میں اللہ کی مخلوق کے کام آئیں۔ یہی جذبہ انہیں تھامسن انجینئرنگ کالج روہتکی لے گیا' جہاں سے انہوں نے نظام آب پاشی کی امتیازی ڈگری حاصل کرنے کے بعد محکمہ انہار میں ملازمت کر لی اور جلد ہی امپیریل انجینئرنگ سروس کے لیے منتخب ہو گئے۔ یہ کسی ہندوستانی کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔

گنگارام سپرنٹنڈنٹ انجینئر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تو انہوں نے حکومت پنجاب کو صوبے کی بے آباد زمینوں کو سیراب کرانے کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیں' جو قبول کر لی گئیں' چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد بنجر زمینیں لہلہاتے کھیتوں میں بدل گئیں اور جگہ جگہ نہریں چلنے لگیں۔ برطانوی حکومت اس مثالی نہری نظام سے اتنی متاثر ہوئی کہ گنگارام کو سر کے خطاب سے نوازا گیا۔ ان کا مقولہ تھا کہ شیر کی طرح کماؤ اور درویش کی طرح خرچ کردو۔ کہا جاتا ہے کہ ملازمت کے دوران ان کی گزر بسر صرف لگی بندھی تنخواہ پر ہوتی تھی' البتہ بعد میں انہوں نے واقعی شیر کی طرح کمایا اور درویش کی طرح خرچ کرنا شروع کر دیا۔ دراصل وہ سچی کھری زندگی کے اس راز کو پاگئے تھے کہ سرمائے کا صحیح مصرف یہی ہے کہ شفاخانے' درس گاہیں' محتاج گھر اور رفاہی ادارے قائم کیے جائیں۔ گنگارام ہسپتال ان کی اسی سوچ کا نتیجہ ہے۔ وہ یقیناً مسیحائی کے اور بھی تاج محل تعمیر کرتے کہ زندگی نے وفا نہ کی' مگر ان کا عظیم مشن جاری وساری رہا۔

قیام پاکستان کے بعد سر گنگارام کا خاندان بھارت منتقل ہوتے ہوئے انسانی خدمت کا عظیم جذبہ بھی ساتھ لیتا گیا۔ کرول باغ دہلی کے علاقہ میں ایک ہزار بیڈز پر مشتمل دوسرا گنگارام ہسپتال بھارت کے وسیع المقاصد شفاخانوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں کینسر' اوپن ہارٹ سرجری اور گردوں کی منتقلی کے جدید شعبے قائم کیے گئے ہیں۔ ہسپتال کا انتظام ایک ٹرسٹ کے سپرد ہے اور ٹرسٹ کی تمام آمدنی غریب اور نادار مریضوں پر خرچ کی جاتی ہے۔

لاہور اور اس کے گردونواح میں گنگارام ٹرسٹ کی جائیداد کی سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر جو تفصیلات ملی ہیں' ان کے مطابق مال روڈ' فلیمنگ روڈ' آب کاری روڈ' لوئر مال' انار کلی' شاہ عالم گیٹ اور راوی روڈ پر ٹرسٹ کی 45 کینال اراضی قبضہ گروپوں اور کرایہ داروں کے تصرف میں ہے۔ اس ضمن میں یہی دوچار مثالیں کافی ہیں کہ 16 کینال 11 مرلے پر محیط گنگارام مینشن مال روڈ کے کروڑپتی کرائے دار اور قابضین معمولی کرایہ ادا کر رہے ہیں۔ لوئر مال کے کروڑوں روپے کی بلڈنگ میں فاؤنٹین ہاؤس قائم ہے۔ اس کا رقبہ 17 کینال 15 مرلے اور 198 فٹ ہے جبکہ پرانے راوی کے قریب کبھی سر گنگارام کی سمادھی یعنی آخری آرام گاہ اور ایک سکول کی عمارت ہوتی تھی' اسے کچی آبادی میں شامل کر لیا گیا ہے۔

خدا ترسی' انسان دوستی اور چارہ گری کی اس زندہ و

بینک کی نئی عمارت ٹرسٹ کی ملکیتی زمین پر تعمیر ہوئی ہے۔

طوائفوں کا ایثار
شریفوں کی خود غرضی

ہیرا منڈی لاہور کی دو طوائفوں برکت بی بی اور عیدن بائی کی الگ الگ وصیت کے مطابق لوہاری اور ٹیکسالی گیٹ کی حدود میں واقع بازار جج لطیف' بازار شیخوپوریاں' کوچہ شہباز خان اور گلی پھلاں والی کی یہ عمارتیں جن کی مالیت لاکھوں روپے بنتی ہے' گنگارام ٹرسٹ کی ملکیت ہیں' مگر ان دکانوں' چوباروں' مکانوں اور احاطے کے کرایہ دار نہ صرف کرایہ ادا نہیں کرتے بلکہ ناجائز قبضہ کیے بیٹھے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ جعلسازی کے ذریعے کاغذات تیار کر کے وقف جائیداد کو اپنے نام منتقل کرالیں۔

علاوہ ازیں وارث روڈ اور کوئنز روڈ پر واقع تالاب اس سے ملحقہ گراؤنڈ اور چند عمارتیں ہسپتال کے لیے وقف تھیں مگر اس کا ثبوت مٹا دیا گیا ہے۔ ٹیمپل روڈ کے شری بالک رام کی دو کوٹھیوں کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ان عمارتوں کو قیام پاکستان سے پہلے ہی فروخت کر دیا گیا تھا۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ غیر مسلم اوقاف بورڈ کی پرانی فائلیں اس معاملے میں کچھ زیادہ رہنمائی نہیں کرتیں کہ گنگا رام کی کتنی جائیداد وقف تھی؟ اب کس کے قبضہ میں ہے اور اس کی موجودہ پوزیشن کیا ہے؟ اغلباً بہت سا ریکارڈ تلف ہو چکا ہے' کر دیا گیا ہے یا بورڈ کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں۔

ہسپتال کے معاملات میں دلچسپی لینے والے بعض شہریوں کا کہنا ہے کہ اربوں روپے مالیت کی یہ جائیداد اگر غیر متعلقہ افراد سے واگزار کرالی جائے یا اس کے نئے کرائے دار مقرر کر دیئے جائیں تو ٹرسٹ کو لاکھوں روپے ماہوار کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ یہ رقم ہسپتال کی توسیع اور مریضوں کی فلاح و بہبود کے کام آسکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ فوجی حکومت اس معاملے میں ذاتی دلچسپی لے اور مسئلہ کی مکمل چھان بین کے بعد اسے جنگی بنیادوں پر حل کرائے۔ کوئی وجہ نہیں کہ حکومت ہسپتالوں' تعلیمی اداروں' محتاج گھروں اور عبادت گاہوں کے نام پر وقف قیمتی جائیداد کو مفاد پرستوں سے واپس نہ لے سکے۔ یہ قومی خدمت ہی نہیں' عبادت بھی ہے۔ ☆☆

لاہور کے شہری "قطرہ قطرہ مل کر سمندر بننے" کی کہاوت کو سچ کر دکھانے کے لیے گھروں سے باہر نکل آئیں

اور انتظامیہ اس عظیم مقصد کے لیے لاکھوں روپے جمع کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں جبکہ متعدد خدا ترس اور ایثار پیشہ شہریوں نے الگ الگ وارڈز تعمیر کرانے کے وعدے کیے ہیں۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ 533 مریضوں کے لیے مخصوص میڈیکل' سرجیکل گائنی' ای این ٹی' آئی اور ہڈی وارڈوں میں مریضوں کی تعداد چھ سو سے زائد ہو جاتی ہے اور جگہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں برآمدوں میں لٹانا پڑتا ہے' ابتدا میں گنگارام ہسپتال 250 مریضوں کی گنجائش کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیر کیا گیا تھا جو بڑھتے بڑھتے 533 تک پہنچ گئے' جگہ وہی ہے' وسائل میں بھی اضافہ نہیں ہوا' گرانٹ بھی اتنی ہے مگر مریضوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ 1979ء کے بعد کتنے ہی ایسے اضافی وارڈز تعمیر ہوئے ہیں جو برآمدوں اور لان کو گھیر کر بنائے گئے ہیں۔ اس وجہ سے مریض سورج کی روشنی اور تازہ ہوا اور سبزے سے محروم ہو گئے ہیں۔

اس منصوبے کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ہسپتال ڈویلپمنٹ کمیٹی نے بتایا ہے کہ اردگرد کے علاقوں کی آبادی میں اضافہ سے مزید بستروں کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی ہے۔ علاوہ ازیں حکومت نے طالبات کے لیے داخلے کی تعداد 100 سے بڑھا کر 400 تک کر دی ہے اور یوں عملی تربیت کے وسائل کم ہو گئے ہیں۔ پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کے رولز کے مطابق میڈیکل کے ہر طالب علم کے لیے پانچ بیڈ ہونے چاہئیں۔ اگر فاطمہ بلاک کی تکمیل سے بھی کونسل کے قواعد و ضوابط پورے نہیں ہوں گے اور آگے چل کر مزید توسیع کرنی پڑے گی۔ اس مسئلہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ میڈیکل سائنسز کی ترقی کیلئے سپیشلسٹ کیئر کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ پرانی بلڈنگ میں جہاں عام مریضوں کیلئے گنجائش نہیں ہے' مخصوص مریض کسی صورت میں نہیں سما سکیں گے۔

چیف ایگزیکٹو کی سربراہی میں قائم ہونے والی ہسپتال ڈویلپمنٹ کمیٹی کے ارکان میں فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے پرنسپل سمیت اساتذہ ڈاکٹرز اور انتظامیہ کے ساتھ ساتھ سماجی خدمت میں دلچسپی لینے والے شہریوں اور ماہرین کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ احتساب اور نگرانی کا عمل بھی جاری رہے۔ ماہرین نے جو قانون' انجینئرنگ' اکاؤنٹس' سماجیات' طب' تعلیم' فوج' صنعت اور تجارت کے شعبوں سے وابستہ ہیں' اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر پیش کی ہیں اور اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر ہونے والے بلاک کو جنگی بنیادوں پر پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ گورنمنٹ کا منصوبہ ہے' اس کے لیے 79ء میں اخراجات کا تخمینہ تین کروڑ روپے لگایا گیا تھا۔ سرکاری محکموں کے روایتی تساہل اور افسران بالا کی عدم دلچسپی کے نتیجے میں جب ایگنک کی طرف سے 14

پانچ سو اور ہزار روپے کی رقم بطور عطیہ دے کر اس ضرب المثل کو سچ کر دکھایا ہے کہ قطرہ قطرہ مل کر سمندر بنتا ہے اور ان کی دی ہوئی معمولی رقم قطرہ سہی مگر یہ قطرے جمع ہو کر یقیناً سمندر کی صورت اختیار کر لیں گے۔

اس منصوبے کی خاص بات یہ ہے کہ صنعت کاروں' تاجروں' انجینئروں اور ڈاکٹروں کے ساتھ ساتھ فاطمہ جناح میڈیکل کالج اور دوسرے تعلیمی اداروں کے طلبہ و طالبات فنڈز جمع کرنے کی اس مہم میں دامے' درمے' سخنے بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں بیرون ملک مقیم کالج کی فارغ التحصیل طالبات نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بلاک کے مختلف شعبوں کے لیے آلات جراحی اور جدید مشینری فراہم کریں گی۔

18 کروڑ روپے معمولی رقم نہیں' اس سمندر کے لیے قطرہ قطرہ جمع کرنے کے لیے یقیناً وقت درکار ہوگا' لیکن اگر لاہور کے باہمت اور حوصلہ مند شہری چاہیں اور فیض کے اس چشمے کو جاری کرنے کے لیے کمر ہمت کس لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مختصر عرصہ میں یہ رقم جمع نہ ہو سکے' مگر اس کے لیے ہمیں اجتماعی سطح پر ایک ایسی مہم شروع کرنی چاہیے جس میں لاہور کا ہر شہری' ہر خاندان' ہر گھر اور ہر ادارہ شامل ہو جائے۔ اہل لاہور کا ماضی گواہ ہے کہ وہ جس کام کا ارادہ کر لیں' اسے ہنگامی اور جنگی بنیادوں پر پورا کرنے کی اہلیت اور قدرت رکھتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق قدیم و جدید اضافی بستیوں سمیت لاہور کی آبادی 60 لاکھ کے لگ بھگ ہے' اگر اس شہر کا ہر فرد ہسپتال فنڈ کے لیے روزانہ ایک روپیہ پس انداز کرے تو ہر مہینے میں 18 کروڑ روپے کی رقم بآسانی جمع ہو سکتی ہے۔ ماہرین نے فاطمہ بلاک کی تعمیر کا تخمینہ بھی اتنا ہی لگایا ہے۔ گویا کہ بچے اپنے جیب خرچ' خواتین اپنے اخراجات' ملازمین اپنی تنخواہ' تاجر اپنے منافع' مزدور اپنی اجرت سے ایک روپیہ روزانہ چندہ دیں تو 30 دنوں کے اندر اندر مطلوبہ رقم پوری ہو سکتی ہے۔ اگر جنگ ستمبر 65ء میں ایک پیسے میں دو ٹینک کے نعرہ سے کروڑوں روپے کا دفاعی فنڈ اکٹھا کیا جا سکتا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک روپے میں 400 بیڈ کا ہسپتال نہ حاصل کیا جا سکے۔

فاطمہ بلاک کی تعمیر کا منصوبہ سینے میں درد رکھنے والے شہریوں کے لیے چیلنج ہے' اس لیے بھی کہ انہیں دکھی' روگی اور بیمار انسانوں نے پکارا ہے بلکہ اس لیے بھی کہ سر گنگا رام کے اہل خانہ یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ وہ جو کچھ پیچھے چھوڑ کر گئے تھے' لاہور کے باسیوں نے اس میں انچ برابر اضافہ نہیں کیا' ہاں مگر ایثار پیشہ شہریوں کی معاونت سے فاطمہ بلاک کی تعمیر کا خواب پورا ہو گیا تو ہم بڑے فخر سے کہہ سکیں گے کہ گنگارام نے مسیحائی اور چارہ سازی کا جو پودا لگایا تھا' اس پر اتنا پھل آیا ہے کہ ہر طرف گنگارام جیسے ہزاروں چہرے نظر آ رہے ہیں۔ ☆☆

ہے اور ان کے ذمہ 2 لاکھ سے اوپر رقم واجب الادا ہے۔ گنگا رام ہسپتال کی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ اگر ان عمارتوں کو قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد نیلام کر دیا جائے تو اس طرح جو رقم حاصل ہو گی اس سے ہسپتال کے توسیعی منصوبے میں عیدن بائی اور برکت بی بی کی یاد میں الگ وارڈ بنا دیا جائے گا۔ ناجائز قابضین سے وقف کی جائیداد کو واگزار کرانا حکومت کا کام ہے۔

ہسپتال کی تعمیر و توسیع اور یہاں کے مریضوں کی بھلائی کے لیے اس ادارے سے وابستہ جن معالجوں نے اپنا اپنا حصہ ادا کیا' ان میں آنکھوں کے معروف معالج ڈاکٹر لطیف چودھری کا نام سر فہرست ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد آئی وارڈ میں موجود اپنے ذاتی آلات' مشینری' لیزر یونٹ اور جراحی کا سامان جس کی مالیت لاکھوں تک پہنچتی ہے' ہسپتال کو عطیہ کے طور پر دے دی تھی۔ ان دنوں یہی مشینری اور آلات استعمال ہو رہے ہیں اور ان سے بہتوں کا بھلا ہو رہا ہے۔

ایک واقف حال کا کہنا ہے کہ سر گنگا رام' ان کے افراد خانہ اور ساتھیوں نے اپنی قیمتی جائیداد' آج جس کی مالیت اربوں روپے ہے' اس لیے ٹرسٹ کی تحویل میں دے دی تھی کہ اس کی آمدنی سے بہت حد تک کالج اور ہسپتال کے اخراجات پورے ہوتے رہیں۔ ابتدا میں گنگا رام اور سیوک رام سوسائٹیوں کو لاہور کے مختلف مقامات پر بکھری ہوئی جائیداد سے معقول حد تک کرایہ مل جاتا ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان املاک پر ناجائز قبضے ہوتے گئے۔ یوں ہسپتال اپنی قیمتی جائیداد اور وافر آمدنی سے محروم ہو گیا۔ پرانے کرایہ دار بھی کرایہ بڑھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور متروکہ وقف املاک کے بورڈ نے اس طرف توجہ دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔

لاہور کے تیسرے بڑے ٹیچنگ ہسپتال کے بانی گنگا رام کا تعلق اگرچہ نچلے متوسط طبقے سے تھا اور ان کے والد پنجاب پولیس میں سب انسپکٹر تھے' لیکن آخری عمر میں قدرت نے انہیں اتنا کچھ دیا کہ ان کا شمار ملک کے بڑے بڑے سرمایہ داروں میں ہونے لگا۔ عام طور پر اس عمر میں دولت کی فراوانی ہو جائے تو انسان صرف اپنی ذات اور بچوں کے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے مگر خدا نے سفید پوش گھرانے کے اس بچے کو خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ایک دردمند دل عطا کیا تھا' چنانچہ انہوں نے اپنی تمام دولت انسانی بھلائی کے لیے وقف کر دی۔ گنگا رام نے ہسپتال ہی تعمیر نہیں کیا بلکہ شہر کے مختلف مقامات پر اپاہج گھر' غریب خانے' تعلیمی ادارے' تالاب اور بیوگان کے لیے پناہ گاہیں بھی تعمیر کرائیں۔

"ایک روپیہ دیجئے' 400 بستروں کا ہسپتال لیجئے"

اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر ہونے والا فاطمہ بلاک اہل خیر کی توجہ چاہتا ہے

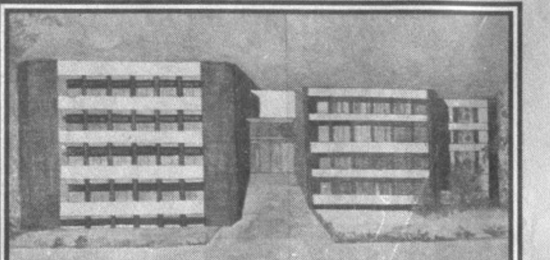

گنگارام ہسپتال کے توسیعی منصوبے فاطمہ بلاک کی تعمیر کا خواب جو 27 سال قبل دیکھا گیا تھا شرمندۂ تعبیر ہونے والا ہے۔ اس منصوبے کے مطابق 22 کنال رقبہ پر محیط نئے بلاک میں 400 بستروں کی گنجائش ہو گی۔ پتھالوجی کارٹری کیئر یونٹ' سرجیکل' دیکھ بھال' گردوں کی صفائی اور یورالوجی کے الگ الگ شعبے ہوں گے' جنرل اور پرائیویٹ وارڈز ہوں گے' انتظار گاہ' کینٹین اور کار پارکنگ ہو گی گویا کہ فاطمہ بلاک گنگارام سے ملحق ایک مکمل ہسپتال ہو گا اور مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے ساتھ ساتھ فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے اساتذہ اور طالبات کی تعلیمی ضروریات بھی پوری کرے گا۔

1973ء میں جب موجودہ ہسپتال پر مریضوں کا رش بڑھنے لگا تو عمارت میں توسیع کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی' چونکہ یہ ٹیچنگ ہسپتال بھی ہے اور طالبات کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا تھا' اس لیے نہ صرف علاج معالجہ میں دشواریاں پیش آ رہی تھیں بلکہ مستقبل کی ڈاکٹروں کی عملی تربیت بھی متاثر ہو رہی تھی۔ توسیعی منصوبے کے لیے 22 کنال اراضی 1976ء سے 1979ء تک مختلف مراحل میں خریدی گئی اور تعمیر کے لیے پلاننگ شروع کر دی گئی مگر سرکاری دفاتر کی سست روی اور محکمہ صحت کے تساہل کے نتیجہ میں عملی کام نہ ہو سکا' بمشکل تمام ایگزیکٹو کمیٹی آف نیشنل اکنامکس اسلام آباد نے منصوبے کی منظوری دے دی مگر سرکاری سطح پر فنڈز کا انتظام نہ ہو سکا۔ ڈر تھا کہ فاطمہ بلاک کی تعمیر کا خواب کہیں بکھر نہ جائے کہ گنگارام ہسپتال کی انتظامیہ' ڈاکٹروں' فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے اساتذہ اور طالبات نے مخیر شہریوں اور سماجی کارکنوں کے تعاون سے اپنے طور پر توسیع و تعمیر کا بیڑہ اٹھایا اور رقم کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ جذبہ نیک ہو اور نیت ٹھیک ہو تو خدا ضرور مدد کرتا ہے' چنانچہ اساتذہ' طالب علم اور انتظامیہ اس عظیم مقصد کے لیے لاکھوں روپے جمع کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں جبکہ متعدد خدا ترس اور ایثار پیشہ شہریوں نے الگ الگ وارڈز تعمیر کرانے کے وعدے کیے ہیں۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ 533 مریضوں کے لیے مخصوص میڈیکل' سرجیکل' گائنی' ای این ٹی' آئی اور ہڈی وارڈوں میں مریضوں کی تعداد چھ سو سے زائد ہو جاتی ہے اور جگہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں برآمدوں میں لٹانا پڑتا ہے' ابتدا میں گنگارام ہسپتال 250 مریضوں کی گنجائش کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیر کیا گیا تھا جو بڑھتے بڑھتے 533 تک پہنچ گئے' جگہ وہی ہے' وسائل میں بھی اضافہ نہیں ہوا' گرانٹ بھی اتنی ہے مگر مریضوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ 1979ء کے بعد کتنے ہی ایسے اضافی وارڈز تعمیر ہوئے ہیں جو برآمدوں اور لان کو گھیر کر بنائے گئے ہیں۔ اس وجہ سے مریض سورج کی روشنی اور تازہ

سال بعد منظوری ملی تو بڑھتی ہوئی مہنگائی کے سبب اخراجات تین گنا یعنی 9 کروڑ ہو چکے تھے اور اب جب کہ 2001ء میں بنیادیں اٹھانے کی تیاری ہو رہی ہے' تعمیراتی ماہرین اور انجینئروں کا اندازہ ہے کہ کنسٹرکشن پر 18 کروڑ روپے لاگت آئے گی۔ اگر تعمیر کے کام کا آغاز 79ء میں ہو جاتا تو توسیعی منصوبہ کے لیے تین کروڑ روپے کی رقم کافی تھی۔

حکومت کی سرد مہری کو محسوس کرتے ہوئے ہسپتال کی انتظامیہ نے اپنی مدد آپ کے تحت اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ خوش آئند پہلو یہ ہے کہ ہسپتال کے ڈاکٹروں' کالج کے اساتذہ اور طالبات کی کوششوں سے اب تک اس مد میں 70 لاکھ روپے جمع ہو چکے ہیں جبکہ لاہور کے بعض مخیر حضرات نے دو کروڑ کے وعدے کیے ہیں' انہوں نے پیشکش کی ہے کہ جونہی تعمیر کا کام شروع ہو گا وہ اپنا حصہ ادا کر دیں گے۔ بعض نیک دل انسانوں نے اپنے طور پر ایک ایک وارڈ بنانے کی پیشکش کی ہے۔ ہسپتال ڈویلپمنٹ کمیٹی کا اندازہ ہے کہ ان کے پاس موجود رقم سے بلاک کے پہلے مرحلہ پر کام شروع کیا جا سکتا ہے۔

اس کار خیر میں حصہ لینے والوں کی فہرست اگرچہ بہت طویل ہے لیکن اس فہرست میں بعض نام ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی اپنی بساط اور استطاعت کے مطابق سو' دو سو' پانچ سو اور ہزار روپے کی رقم بطور عطیہ دے کر اس ضرب المثل کو سچ کر دکھایا ہے کہ قطرہ قطرہ مل کر سمندر بنتا ہے اور ان کی دی ہوئی معمولی رقم قطرہ سہی مگر یہ قطرے جمع ہو کر یقیناً سمندر کی صورت اختیار کر لیں گے۔

> **لاہور کے شہری "قطرہ قطرہ مل کر سمندر بننے" کی کہاوت کو سچ کر دکھانے کے لیے گھروں سے باہر نکل آئیں**

اس منصوبے کی خاص بات یہ ہے کہ صنعت کاروں' تاجروں' انجینئروں اور ڈاکٹروں کے ساتھ ساتھ فاطمہ جناح میڈیکل کالج اور دوسرے تعلیمی اداروں کے طلبہ و طالبات فنڈز جمع کرنے کی اس مہم میں دامے' درمے' سخنے بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں بیرون ملک مقیم کالج کی فارغ التحصیل طالبات نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بلاک کے مختلف شعبوں کے لیے آلات جراحی اور جدید مشینری فراہم کریں گی۔

18 کروڑ روپے معمولی رقم نہیں' اس سمندر کے لیے قطرہ قطرہ جمع کرنے کے لیے یقیناً وقت درکار ہو گا' لیکن اگر لاہور کے باہمت اور حوصلہ مند شہری چاہیں اور فیض کے

تابندہ کہانی کا انجام اس المیہ سے ہوتا ہے کہ جب بھارت کے انتہا پسند اور متعصب ہندوؤں کے ہاتھوں بابری مسجد کی شہادت ہوئی تو ردعمل کے طور پر پاکستان میں جہاں متعدد مندر مسمار کر دیئے گئے وہاں چند جنونی اور عاقبت نااندیش نوجوانوں نے گنگا رام کی سمادھی بھی ملیامیٹ کر دی۔ یہ جانے بغیر کہ گنگارام پنجاب کا محسن تھا اور اپنے پیچھے ہمارے علاج معالجہ کے لیے بہت بڑا خیراتی ہسپتال چھوڑ گیا ہے۔ سمادھی کو نقصان پہنچانے والوں نے اتنا تو خیال کر لیا ہوتا کہ وہ' ان کے عزیز و اقارب اور بھائی بہن علاج کے لیے اس ہسپتال سے بھی رجوع کرتے ہیں۔ بہرحال ہم نے گنگارام کے احسانات کا خوب بدلہ چکایا ہے۔

یہ سانحہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شخص نے ہمیں ایسے وقت میں وسیع و عریض خیراتی شفاخانہ دیا' جب عام آدمی کے لیے علاج معالجہ کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر تھیں' اس ہسپتال کے لیے اربوں روپے کی جائیداد وقف کر دی کہ اس کی آمدنی سے شفاخانے کی ضروریات پوری ہوتی رہیں لیکن اہل لاہور نے نہ صرف اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیا بلکہ اس کی آخری آرام گاہ کا بھی نشان مٹا دیا۔

متروکہ وقف املاک بورڈ کے ریکارڈ میں گنگا رام ٹرسٹ سوسائٹی کی ملکیت 38 کینال اراضی پر محیط جن عمارتوں کا اندراج ہے وہ محکمہ اوقاف کے اعلیٰ افسروں کے علم میں نہیں جبکہ ٹرسٹ کی ملکیتی بہت سی زمینوں پر کچی آبادیاں بن چکی ہیں۔ سمادھی گنگارام سے ملحق ایک سکول ہوتا تھا' اس پر لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ غیر مسلم اوقاف بورڈ نے مبینہ طور پر گنگارام ٹرسٹ سوسائٹی کی ملکیتی 18 کنال اراضی تین کروڑ روپے کے عوض پنجاب ہائی کورٹ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ یہ اراضی گنگارام مینشن سے متصل ہے اور اس جگہ جوڈیشل اکیڈمی بنانے کا منصوبہ ہے۔ کہا تو یہ بھی جاتا ہے کہ سٹیٹ بینک کی نئی عمارت ٹرسٹ کی ملکیتی زمین پر تعمیر ہوئی ہے۔

طوائفوں کا ایثار شریفوں کی خود غرضی

ہیرا منڈی لاہور کی دو طوائفوں برکت بی بی اور عیدن بائی کی الگ الگ وصیت کے مطابق لوہاری اور ٹکسالی گیٹ کی حدود میں واقع بازار حکیم لطیف' بازار شیخوپوریاں' کوچہ شہباز خان اور گلی پھلاں والی کی یہ عمارتیں جن کی مالیت لاکھوں روپے بنتی ہے' گنگارام ٹرسٹ کی ملکیت ہیں' مگر